تفسیر قرآن کا استفساری رجحان اور اس کا ارتقا
ایک تحقیقی مطالعہ

سید محمد طاہر شاہ*

عبدالحمید خان عباسی*

قرآن مجید کی تفسیر کے لیے آغاز سے عصرِ حاضر تک مختلف اسالیب و مناہج کے تحت تفاسیر لکھی اور بیان کی جاتی رہی ہیں۔ جس کی وجہ سے کئی تفسیری رجحانات وجود میں آتے چلے گئے۔ قرآن فہمی کے لیے قرآن مجید کے مختلف پہلوؤں اور زاویوں سے مسلسل مطالعہ کی وجہ سے نئے اسالیب و رجحانات بھی مسلسل متعارف کروائے جا رہے ہیں۔ یہ نئے متعارف شدہ اسالیب کلی یا جزوی طور پر پہلے سے بیان کردہ اسالیب پر ہی مبنی ہوتے ہیں۔ اگر تفاسیر کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو تفسیر کی دونوں معروف بنیادی اقسام یعنی تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے سے ایک نئے اور مزید اسلوب و رجحان کا اخذ و تعین اور نشان دہی کی جا سکتی ہے۔ اسے ہم "تفسیر کا استفساری اسلوب و رجحان" قرار دے سکتے ہیں۔ اس سے مراد وہ تفسیر ہو گی جو مختلف ادوار میں آیاتِ قرآنیہ کے فہم کے لیے کیے گئے استفسارات کے جواب میں بیان کی گئی یا مفسرین کی طرف سے آیاتِ قرآنیہ سے متعلقہ از خود اٹھائے گئے ممکنہ سوالات کے جوابات کی صورت میں تحریر کی گئی۔

تفسیری تراث میں یہ سوالات وجوابات تفسیری فتاویٰ کی حیثیت رکھنے کے ساتھ ساتھ تفسیر کو گہرائی سے سمجھنے میں کافی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس مقالے میں اسی رجحان کے آغاز وارتقا اور اس رجحان کی نمائندہ تفاسیر کی نشان دہی کی گئی ہے نیز اس طرزِ تفسیر کی ممکنہ اقسام، مراحل، اہمیت و فوائد، اور ان استفسارات کے مقاصد و وجوہات کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

تفسیر کا آغاز وارتقا

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی فلاح اور کام یابی کے لیے اپنے آخری کلام قرآن مجید کو ہدایت اور راہ نمائی کا سرچشمہ اور منبع قرار دیتے ہوئے فرمایا: ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَٰتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ﴾ [1] (یعنی (یہ قرآن)

---

* پی ایچ۔ڈی سکالر، علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد / اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج سیٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی۔(smtahirshah2@gmail.com)

* پروفیسر / چیئرمین شعبہ قرآن و تفسیر، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد۔ (a_hameed@aiou.edu.pk)

۱۔ القرآن ۲: ۱۸۵۔

لوگوں کے لیے سراپا ہدایت اور ایسی روشن نشانیوں کا حامل ہے جو صحیح راستہ دکھاتی اور حق و باطل کے درمیان دو ٹوک فیصلہ کر دیتی ہیں)۔

پھر اس ہدایت کی تبیین و تفسیر کی اولین ذمے داری اس کتاب کے حامل آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر عائد کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ وَلَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ﴾[۲] (یعنی اے پیغمبر ﷺ ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لیے نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے ان باتوں کی واضح تشریح کر دیں جو ان کے لیے اتاری گئی ہیں اور تاکہ وہ غور و فکر سے کام لیں)۔

چناں چہ نبی اکرم ﷺ نے حکم ربّانی کے مطابق قرآن مجید کے اکثر الفاظ و آیات کی اپنے اقوال و اعمال سے تشریح و توضیح فرمائی اور انسانیت کو مراد الٰہی سے آگاہ کیا۔ آپ ﷺ کا یہی عمل تفسیر قرآن کہلایا، بعد ازاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ سے تفسیر کو سیکھا اور اسے آگے بیان کیا۔ پھر تابعین عظام رحمہم اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تفسیر کو سیکھا اور اسے آگے بیان کیا۔ اسی طرح متقدمین سے اخذ و استفادہ کے بعد متاخرین فہم قرآن کی غرض سے اس کی روشنی میں تفاسیر لکھتے رہے۔ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے اور آئندہ بھی جاری رہے گا۔ ان شاء اللہ

تفسیری اسالیب و مناہج کا تعین

تفسیرِ قرآن کے ابتدائی دور سے عصر حاضر تک جتنے بھی مفسرین حضرات گزرے ہیں ان میں سے ہر ایک نے اپنے انداز، اغراض و مقاصد، ترجیحات و ضروریات اور اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کی کوشش کی۔ مفسرین حضرات کے اغراض و مقاصد کا تنوع ہی اصل میں تفسیر کے مختلف قسم کے رجحانات، اسالیب و مناہج اور انداز و طرق کے اختیار کیے جانے کا سبب بنا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان اسالیب و مناہج میں مزید وسعت پیدا ہوتی گئی اور ہر ایک اسلوب و منہج کے تحت کتب تفسیر معرض وجود میں آتی گئیں۔

علمائے تفسیر میں سے کچھ نے ان تفاسیر کا دِقتِ نظر سے مطالعہ کیا اور ان کے تفسیری اسالیب و مناہج کا تعین کیا اور ہر ایک اسلوب و منہج کو ایک خاص نام سے موسوم کیا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ) پہلے عالم ہیں جنھوں نے یہ کام کیا۔ انھوں نے اپنی معروف کتاب **الفوز الكبير في أصول التفسير** میں

۲- القرآن ۱۶: ۴۴۔

تفسیر کے سات اسالیب و رجحانات اور انداز وطرق کو بیان کیا۔[۳] ڈاکٹر محمد حسین الذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۹۸ھ) نے **التفسیر والمفسرون** میں ان ہی رجحانات کو ذکر کر کے ان پر دو اور اسالیب کا اضافہ کیا۔[۴] اسی طرح علامہ رشید رضا(م۱۳۵۴ھ) نے **تفسیر المنار** کے مقدمے میں ان اسالیب کو تفسیر کی آٹھ صورتوں کے طور پر بیان کیا۔[۵]

جب کہ بعض علما کے نزدیک ان اسالیب و مناہج کی تعداد کا تعین کیا ہی نہیں جا سکتا۔ چناں چہ ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمۃ اللہ علیہ (م۲۰۱۰ھ) کے بقول یہ تعین قطعی طور پر کرنا ممکن نہیں ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر میں کل کتنے رجحانات پیدا ہوئے۔ اس لیے کہ جب تک انسانی ذہن کام کرتا رہے گا نئے نئے رجحانات پیدا ہوتے رہیں گے۔[۶] یہ بات بیسویں صدی میں متعارف ہونے والے نئے رجحانات اور تفسیر کی جدید تقسیم نے مزید واضح کر دی اور مشہور تقسیم یعنی تفسیر بالماثور، تفسیر بالرائے، اور تفسیر اشاری سے ہٹ کر تفسیر کو جدید تقسیم یعنی **التفسير التحليلي، التفسير الموضوعي، التفسير المقارن اور التفسير الإجمالي** جیسی اقسام کے مطابق دیکھا جانے لگا۔[۷]

اس طرح مزید نئے نئے اسالیب و مناہج اور ان کو اختیار کیے جانے کا سلسلہ جاری رہا اور نہ صرف اسالیب کی مختلف صورتیں مزید اضافے کے ساتھ بیان ہوئیں، بلکہ پہلے سے بیان کردہ اسالیب اپنی خصوصیات کی بنا پر ذیلی تقسیم میں بھی منقسم کیے گئے۔

تفسیری اسالیب کی ذیلی تقسیم

تفسیر کی مشہور تقسیم میں تفسیر کی بنیادی طور پر دو اقسام اور بعض کے نزدیک تین اقسام بیان کی گئی

۳- شاہ ولی اللہ، **الفوز الكبير في أصول التفسير** (اسلام آباد: وفاقی وزارت تعلیم، ۱۹۸۱ء)، ۱۷۔

۴- محمد حسین الذہبی، **التفسير والمفسرون** (قاہرہ: دارالحدیث، ۲۰۰۵ء)، ۲: ۳۶۳۔

۵- علامہ رشید رضا، مقدمہ **تفسیر المنار** (قاہرہ: دار المنار، ۱۹۴۷ء)، ۱: ۱۷۔

۶- محمود احمد غازی، **محاضرات قرآنی** (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۰۹ء)، ۲۲۶۔

۷- تفصیل کے لیے دیکھیے، فہد بن عبد الرحمٰن الرومی، **اتجاهات التفسير في القرن الرابع عشر** (ریاض: مؤسسة الرسالة، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء)، ۳: ۸۶۲۔

ہیں۔ان اقسام کا تعین چوں کہ مآخذ و ذرائع تفسیر اور انداز مفسر کی روشنی میں عمل میں آیا، اس لیے ہر اسلوب کو ذیلی اقسام میں بھی ذرائع تفسیر کے ایک سے زائد اور متنوع ہونے کی وجہ سے تقسیم کیا گیا۔ جیسے تفسیر بالماثور کو تفسیر القرآن بالقرآن، تفسیر القرآن بالحدیث اور تفسیر القرآن باقوالِ الصحابہؓ و التابعینؒ جیسی ذیلی اقسام میں جب کہ تفسیر بالرائے کو ذرائع اور بنیادوں کی وجہ سے جائز اور ناجائز یا محمود اور مذموم دو قسموں میں بیان کیا گیا۔ پھر دیگر کئی اسالیب بھی تفسیر بالرائے کے ذیل میں ہی شامل ہو گئے۔ (۸) اسی طرح تفسیر صوفی کو بھی تفسیر صوفی نظری اور تفسیر صوفی اشاری جیسے ناموں میں تقسیم کر دیا گیا۔

ان اسالیب میں سے ہر متقدم اسلوب متاخر اسلوب کے لیے کلی یا جزوی طور پر بنیاد، نمونہ اور وجہِ جواز بنا اور ضروریات کے پیش نظر متقدم کی روشنی میں متاخر تفاسیر لکھی گئیں۔ مثلاً تفسیر بالماثور میں بیان کردہ اقوال و آرا اور اجتہاداتِ صحابہؓ و تابعینؒ بعد میں لکھی گئی تفاسیر بالآراء کے لیے مثال اور نمونہ بنے، جن کی روشنی میں بعد کے مفسرین نے بھی آرا و اجتہادات سے تفاسیر لکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ علما نے تفسیر بالرائے (تفسیر بالعقل یا تفسیر بالدرایۃ) کو بیک جنبش قلم رد نہیں کیا، بلکہ اسے صرف محمود اور مذموم میں منقسم کیا۔

اس سے ایک تو ان تفاسیر کی درجہ بندی آسان ہو گئی اور دوسرا یہ تقسیم پہچان میں مفید ثابت ہوئی، نیز تفسیر کو ذیلی تقسیم میں بیان کرنے کی راہیں کھلیں اور نمونہ وجود میں آیا۔

تفسیری اقسام کی مزید تقسیم

تفسیر کی بنیادی اقسام یعنی تفسیر بالماثور، تفسیر بالرائے اور تفسیر بالاشارہ کو جب مآخذ، ذرائع، انداز اور ترجیحات کی بنیاد پر ذیلی اقسام میں تقسیم ان کے تعارف، پہچان اور درجہ بندی میں مفید ثابت ہوئی تو اس طرح کی مزید ذیلی تقسیم کا بھی وقت کے ساتھ ساتھ جاری رہنا مختلف پہلوؤں سے مفید ہی ہو گا۔

ان تمہیدی کلمات کی روشنی میں مقالہ نگار کی رائے میں اگر تفسیر کی ان بنیادی اقسام کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے اور اس کے مختلف پہلوؤں کو ملحوظ رکھتے ہوئے جائزہ لیا جائے تو پتا چلے گا کہ اِن اقسام میں ایک ایسا اُسلوب و رجحان بھی موجود ہے جس کے تحت یا تو کلی یا جزوی طور پر تفاسیر لکھی گئیں، یا وہ اُسلوب، مآخذ تفسیر میں متفرق مقامات پر موجود ہے جسے ایک الگ اسلوب کے تحت بیان اور جمع و مدوّن کیا جا سکتا ہے، کیوں کہ مقالہ نگار کی

۸- دیکھیے: جلال الدین السیوطی، **الإتقان في علوم القرآن** (بیروت :مؤسسة الرسالة، ۲۰۰۸ء)، ۲: ۷۶۳، ۷۷۳- ۷۷۴۔

معلومات کے مطابق تفسیر کے اس اسلوب کی ابھی تک علاحدہ سے تدوین نہیں ہوئی۔

یہ اُسلوب تفسیر کا استفساری اُسلوب و منہج ہے، جو کہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے کافی اہمیت وافادیت کا حامل ہے۔ اس کی اہمیت آئندہ صفحات میں بیان کی جائے گی۔اس اسلوب کی علاحدہ سے پہچان و بیان کے لیے تینوں مشہور تفسیری اقسام کو دو مزید ذیلی اقسام میں منقسم کیا جاسکتا ہے، جو کہ درج ذیل ہو سکتی ہیں:

۱۔ عمومی تفسیر (جو کہ عمومی طور پر کسی استفسار کے بغیر از خود کی گئی)

۲۔ استفساری تفسیر (جو یا تو کسی استفسار و سوال کے جواب میں کی گئی یا ممکنہ سوالات خود پیدا کر کے اس کے جواب میں بیان کی گئی)

اس تقسیم کو تفسیر کی تینوں معروف اقسام یعنی ماثور یا روایتی و نقلی، رائے یا درایتی و اجتہادی و عقلی اور صوفی یا اشاری میں سے الگ طور پر نشان دہی کر کے واضح کیا جاسکتا ہے؟ کیوں کہ یہ اسلوب تینوں قسموں میں پایا جاتا ہے۔ اس اسلوب کی بنیاد چوں کہ تفسیر بالماثور سے معرض وجود میں آئی، لہذا اسے تفسیر بالماثور کے حوالے سے قدرے تفصیل سے جب کہ تفسیر بالرائے اور تفسیر اشاری کو استفسارات کے پہلو سے اختصار کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔ان مزید ذیلی اقسام کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے:

۱۔ عمومی تفسیر

عمومی تفسیر سے مراد قرآن مجید کی آیات کی وہ تفسیر و توضیح ہے جسے مفسر نے کسی سوال کے جواب میں نہیں بلکہ خود بیان کیا ہو، مثلاً اگر تفسیر بالماثور کے حوالے سے عمومی تفسیر کو دیکھا جائے تو اس سے مراد تفسیر کا وہ حصہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام ؓ نے یا تابعین کرام ؒ نے قرآن مجید کے مختلف حصوں کی تفسیر خود ہی بیان فرمائی۔ کتب احادیث اور تفاسیر بالماثور میں ان کے ایسے تفسیری اقوال و فرامین بکثرت منقول ہیں۔ یہ تمام اقوال کسی استفسار کے جواب میں نہیں، بلکہ آیات کے احکام و مسائل اور تفسیر و تشریح کو بیان کرنے کے لیے مفسرین نے خود ارشاد فرمائے ہیں۔ماثور تفاسیر کا اکثر حصہ ایسے عمومی تفسیری اقوال پر مشتمل ہے۔

مثلاً امام مسلمؒ (م۲۶۱ھ) نے **صحیح مسلم** میں یہ روایت بیان کی ہے:

عن عقبه بن عامر قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول وهو على المنبر ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ [9] ألا إن القوة الرمي، ألا إن

۹۔ القرآن ۸۱ : ۴۰۔

القوة الرمي، ألا إن القوة الرمي.[١٠]

(عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ (م ۶۷۸ھ) سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر کھڑے ہوئے یہ فرماتے ہوئے سنا: سن لو کہ بے شک قوت (تیر) پھینکنا ہے سن لو کہ بے شک قوت (تیر) پھینکنا ہے۔ سن لو کہ بے شک قوۃ (سے مراد) تیر پھینکنا ہے۔)

گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود لفظ (قوۃ) کی تفسیر تیر پھینکنا بیان فرمائی۔

اسی طرح صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے بھی بکثرت اقوال ہیں جو کہ تفسیر قرآن میں پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ ان تینوں مراحل (فرامین رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم اور اقوال تابعین رحمۃ اللہ علیہم) میں واضح فرق مراتب موجود ہے، جس کی روشنی میں اِن فرامین سے اخذ و استفسادہ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح تفسیر بالرائے اور تفسیر اشاری میں وہ حصہ جو مفسرین نے از خود بطور تفسیر بیان کیا وہ عمومی تفسیر کے زمرے میں آئے گا اور یہ حصہ دوسرے حصے کے مقابلے زیادہ ہے۔

۲۔ استفساری تفسیر

تفسیری اقسام کی جدید تقسیم میں سے یہ دوسری قسم ہے۔ جس کے متعلقات کو مقالہ ہذا میں تحقیقی انداز میں بیان کرنا مقصود ہے۔

استفساری تفسیر کا مفہوم

الف۔ لغوی مفہوم

لغت میں استفسار باب استفعال کا مصدر ہے جس کا مطلب ہے "واضح کرنے کو کہنا یا واضح کرانا۔"[١١]

ب۔ اصطلاحی مفہوم

اصطلاح میں استفساری تفسیر سے مراد "قرآن کی وہ تفسیر ہے جو مختلف ادوار میں کسی آیت کے بارے میں استفسار یعنی سوال کے جواب میں بیان کی گئی ہو۔"

یہ استفسارات و جوابات چاہے تفسیر بالماثور میں ہوں یا تفسیر بالرائے میں، ان کا ایک علاحدہ اندازو

١٠۔ امام مسلم بن الحجاج القشیری، **صحیح مسلم**، كتاب الإمارة، باب فضل الرمي (بيروت: دار إحياء الكتب العربية، ١٩٩١ء)، رقم: ١٩١٧۔

١١۔ مولانا عبد الحفیظ بلیاوی، **مصباح اللغات** (لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ١٩٩٩ء)، ٦٠٥، مادہ: فسر۔

اُسلوب اور اہمیت و افادیت ہے، اس لیے اگر اس کو ایک الگ اُسلوب سمجھا جائے تو قرآن فہمی کی ایک نئی جہت اور سمت کو متعین کیا جا سکتا ہے اور اس کی روشنی میں قرآنی آیات کے بارے میں پیدا ہونے والے سوالات کے جوابات اور اشکالات کے حل کو ہر دور کے تقاضوں کے مطابق بطریق احسن پیش کیا جا سکتا ہے۔اس قسمِ تفسیر کی مزید تفصیلات کے بیان سے پہلے اس کی اہمیت اور وجوہات کو واضح کیا جاتا ہے۔

تفسیری استفسارات وجوابات کی اہمیت وفوائد

استفساری تفسیر کا منہج اور یہ استفسارات وجوابات کئی اعتبارات سے کافی اہمیت و افادیت کے حامل ہیں، اسی لیے ان کو ایک علاحدہ منہج اور قسم کے طور پر بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ذیل میں ان کی افادیت و اہمیت کی چند وجوہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ تفسیری استفسارات وجوابات بطور تفسیری فتاوٰی

یہ تفسیری استفسارات اور ان کے جوابات تفسیری ذخیرہ میں تفسیری فتاوٰی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چاہے یہ تفسیر بالماثور میں اقوالِ رسول ﷺ ، اقوالِ صحابہؓ و تابعینؒ ہوں یا تفسیر بالرائے ہو یا تفسیر اشاری میں کسی مفسر نے بیان کیے ہوں ، جیسا کہ علامہ ابن قیم الجوزیؒ (م ۷۵۱ھ) نے اپنی کتاب **إعلام الموقعين عن رب العٰلمين** کے آخر میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے نبی پاک ﷺ سے کیے گئے کچھ سوالات اور نبی پاک ﷺ کے جوابات کو **فتاوٰی إمام المفتين و رسول رب العلمين** ﷺ کے عنوان سے جمع کیا ہے۔

ان سوالات و جوابات میں عمومی سوالات کے علاوہ کچھ استفسارات و جوابات قرآنی آیات سے متعلق بھی ہیں، جنھیں علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوٰی قرار دیا ہے اور اسی عنوان سے معنون کیا ہے۔ [(۱۲)]

علی ہذا القیاس دور صحابہؓ ہو یا دور تابعینؒ یا بعد کے ادوار، ان استفسارات کے جوابات کی حیثیت تفسیر بیان کرنے والے مفسر کے فتاوٰی کی ہی ہو گی۔

۲۔ تفسیر کی باریکیوں کا انکشاف اور تفسیری استفسارات

یہ استفسارات، تفسیری وجوہ کی گہرائی اور باریکیوں کو جاننے اور معلوم کرنے کا ذریعہ بنتے رہے ہیں؛

۱۲۔ دیکھیے: علامہ ابن القیم الجوزیہ، **إعلام الموقعين عن رب العٰلمين**، ت، ابو عبیدہ حسن آل سلیمان، (دمام: دار ابن الجوزی، ۱۴۲۳ھ)، ۶: ۲۰۹۔

چناں چہ ظاہری معنی و مفہوم سے بڑھ کر غوامض اور تفصیلات جاننے کے لیے یہ استفسارات کیے گئے ،اس لیے یقیناًان کے جوابات تفسیری ذخیرے میں قابل قدر معلومات کے حامل ہوں گے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م۹۱۱ھ) نے علامہ بدر الدین زرکشی رحمۃ اللہ علیہ (م۷۹۴ھ) کا قول نقل کیا ہے کہ "قرآن مجید کا نزول عربی زبان میں ہوا اور عربی زبان بھی افصح العرب کے زمانہ کی؛ پھر ان لوگوں کو بھی قرآن مجید کے ظاہر امور اور احکام ہی کا علم حاصل ہوتا تھا، لیکن اس کے اندرونی مفہوم کی باریکیاں ان پر جب ہی منکشف ہوا کرتی تھیں جس وقت کہ وہ بحث اور غور سے کام لیتے اور اکثر باتوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کرتے تھے۔"(۱۳)

تفسیری غوامض معلوم کرنے کی یہ روش دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور دورِ صحابہؓ سے ہوتی ہوئی تابعین تک پہنچی اور بعد ازاں دیگر مفسرین بھی اس طریق و اسلوب کے داعی و مبلغ بنتے چلے گئے۔ نتیجتاً قرآنی آیات سے متعلق باریکیوں اور غوامض سے آگاہی آسان ہوگئی۔

۳۔ تفسیری و تفہیمی استفسارات کے جواز کی فراہمی

ابتدائی ادوار میں کیے گئے تفسیری استفسارات کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ ان سے بعد کے ادوار والوں کے لیے تفسیری و تفہیمی استفسارات کا جواز اور مثال میسر آگئی؛ کیوں کہ بلاوجہ قیل و قال جیسے سوالات و جوابات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو منع کر رکھا تھا۔ چناں چہ حدیث منقول ہے:" نهى رسول الله ﷺ عن قيل و قال و كثرة السؤال."(۱۴) لیکن جس طرح دیگر عمومی سوالات و جوابات اور استفتا وغیرہ سے عمومی استفتا اور استفسارات کا جواز میسر آیا، اسی طرح تفسیری ذخیرے میں موجود تفسیری استفسارات و جوابات بھی اس طرح کے تفسیری اور فہم قرآن سے متعلق سوالات و جوابات کا جواز اور ثبوت فراہم کرتے ہیں، جو کہ بلاوجہ قیل و قال کے زمرے میں نہیں آتے، بلکہ تفسیر طلبی اور تفسیر فہمی میں ایک مفید اسلوب اور منہج کی راہ ہموار کرتے ہیں۔

۴۔ دورِ حاضر اور مستقبل کی تفسیری ضروریات اور تفسیری استفسارات

ماثور و منقول استفسارات اور ان کی روشنی اور اس انداز میں لکھی جانے والی درایتی استفساری تفاسیر نے ہر

۱۳۔ السیوطی، نفس مصدر، ۲: ۱۷۴۔

۱۴۔ امام محمد بن اسماعیل البخاری، **الجامع الصحیح**، كتاب الرقاق، باب ما يكره من قيل و قال (بیروت: دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)، رقم: ۶۴۷۳۔

دور کی تفسیری ضروریات پوری کرنے کی راہ ہموار کی۔ ہر عہد اور دور میں قرآنی آیات کی تفسیر و تشریح کے لیے پیدا ہونے والے سوالات و اشکالات اور جدید پیش آمدہ حالات کے متعلق قرآنی آیات کے اطلاق و تعبیر کے بارے میں آگاہی کی طلب ایک ضروری امر ہے اور قرآن چوں کہ دائمی اور عالم گیر کتاب ہے، اس لیے دور حاضر یا مستقبل میں عالمی سطح پر مختلف اوقات میں قرآنی آیات سے متعلق پیدا ہونے والے مختلف سوالات و اشکالات اور جدید صورت حال کے مطابق تعبیر و تطبیق کی طلب کے جوابات اسی اسلوب کے تحت دیے جاسکتے ہیں، اور یہ چیز اس دور کی تفسیری طلب اور فہم کی ضروریات کو پورا کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

۵- آیاتِ مُستفسَرہ اور تفسیر قرآنی کی اہمیت اور استفسارات

صحابہؓ و تابعینؒ علم و فہم کی بلندیوں پر فائز تھے، عربی اچھی طرح جانتے تھے، علمی استعداد بھی تھی اور آیات کے ظاہری معانی بھی جانتے تھے۔ اس کے باوجود اگر انھوں نے کسی آیت یا آیات کی تفسیر کی طلب کے لیے باہم سوالات کیے تو یہ امر دو پہلوؤں سے قابل غور اور اہم نظر آتا ہے:

اول: یہ کہ ایسی آیات واقعی خصوصی توجہ کی حامل اور تفسیر طلب ہوں گی اور ان کے مضامین اپنے اندر گہرائی اور وسعت رکھتے ہوں گے۔

دوم: یہ کہ یہ امر یعنی آیات کی تفسیر کے بارے میں استفسار کرنا اور جواب طلب کرنا اہمیت تفسیر پر بھی دلالت کرتا ہے کہ ان ہستیوں کے نزدیک تفسیر آیات کس قدر اہمیت کی حامل تھی کہ خود نہ سمجھ سکے تو دوسروں سے استفسار کیا، لیکن تفسیر کو لازمی حاصل کیا۔ اس سے تفسیر کی ضرورت و اہمیت بھی مزید واضح ہو جاتی ہے۔

۶-مفسرین کا استفساری تفسیر کو ترجیح دینا

جن آیات کے بارے میں استفسارات و جوابات ملتے ہیں عموماً مفسرین ان آیات کی اسی تفسیر کی تعیین کر لیتے ہیں اور اسے ہی ترجیحی تفسیر سمجھتے ہیں۔ اور ان آیات پر مزید قیاس آرائیاں اور اقوال عموماً نقل نہیں کرتے، خصوصاً نبی پاک ﷺ کی ایسی تفسیر کو تو مفسرین نے حتمی سمجھا ہے۔ اگرچہ اس تفسیری جواب کو اکثر مفسرین نے روایت و درایت کے اعتبار سے پرکھا ضرور ہے، لیکن مستند ہونے کی صورت میں اسے ہی اختیار کیا ہے، مثلاً آیت مبارکہ: لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى [۱۵] کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے کیا گیا۔ استفسار اور

۱۵- القرآن ۹: ۱۰۸۔

آپ ﷺ کا جواب امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے یوں نقل کیا ہے کہ: "إن النبی ﷺ سئل عن المسجد الذي أسس علی التقوی فقال علیه السلام مسجدي هذا." [۱۶] (نبی اکرم ﷺ سے اس مسجد کے بارے میں سوال کیا گیا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا میری یہ مسجد یعنی مسجد نبوی ہے۔)

اس روایت کی رو سے تقوی پر مبنی مسجد، مسجدِ نبوی قرار دی جا رہی ہے جب کہ دیگر روایات اور چند اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے اس کا مصداق مسجد قبا ہونا معلوم ہوتا ہے، لیکن مفسرین نے اس استفسار و جواب والے موقف کو ہی اصح اور راجح قرار دیا۔ چناں چہ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "وأولی القولین في ذلک عندي بالصواب قول من قال: هو مسجد الرسول ﷺ لصحة الخبر بذٰلک عن رسول الله ﷺ." [۱۷]

علامہ ابو حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۵ھ) فرماتے ہیں: "قال هو مسجدي هذا لما سئل عن المسجد الذي أسس علی التقوی وإذا صح هذا النقل لم یمکن خلافه." [۱۸]

اس طرح مفسرین اکثر ایسے استفسارات و جوابات کو راجح قرار دیتے ہیں۔ اس سے ان استفسارات وجوابات کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس تفسیر سے متعلقہ دیگر اقوال کو صرف احتمال کے طور پر ساتھ ذکر کیا جانا تو پایا جاتا ہے، لیکن فیصلہ اکثر اسی قول پر ہوتا ہے؛ اگرچہ اس روایت سے اس تفسیر کا ایک جزو ہی واضح کیا گیا ہو۔

۷۔ محض عقلی تفسیر اور استفسارات

ان استفسارات و جوابات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین جیسی علمی ہستیوں نے تفسیر قرآن معلوم کرنے کے لیے محض اپنی ہی عقل پر انحصار نہیں کیا، بلکہ عربی کا فہم ہونے کے باوجود ماہرین ومتقدمین سے پوچھا بھی ہے اور معلوم کیا ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ تفسیر قرآن محض عقل کی بنیاد پر نہیں کی جا سکتی، بلکہ اس کے لیے عقل کے ساتھ ساتھ نقل وروایت پر مہارت بھی بہت ضروری ہے۔

۱۶۔ امام محمد ابن جریر الطبری، **جامع البیان عن تاویل آي القرآن** (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۱۴۲۰ھ)، ۱۴: ۴۷۹۔

۱۷۔ نفس مصدر۔

۱۸۔ ابوحیان الاندلسی، **البحر المحیط في التفسیر** (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۲۰۰۱ء)، ۵: ۱۰۲۔

۸- اسلاف کی قرآن فہمی کی طلب اور استفسارات

ان استفسارات وجوابات سے صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور دیگر اسلاف کی قرآن فہمی کی طلب اور شوق کا بھی اچھی طرح اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس طرح تفسیر معلوم کرنے میں کوشاں رہتے تھے۔ انھیں جس آیت کی تفسیر معلوم نہ ہو سکتی تھی اس کی طلب اور جستجو میں لگ جاتے اور جواب ملنے پر مطمئن ہوتے تھے۔

۹- ایک علاحدہ تفسیری رجحان کی بنیاد

یہ استفسارات وجوابات مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے ارتقائی منازل طے کرتے رہے اور نتیجہ کے طور پر ایک علاحدہ تفسیری منہج ورجحان کے طور پر استعمال کیے جانے لگے، جو کہ کافی خوبیوں اور خصوصیات کا حامل رجحان سمجھا جاسکتا ہے۔ پھر اسی اسلوب و منہج کے تحت کئی تفاسیر لکھی گئیں جو کہ افادۂ عام کے لیے میسر ہیں۔ ان تفاسیر کا تفصیلی تذکرہ آئندہ صفحات میں کیا جائے گا۔

۱۰- فہم دین اور سوالات وجوابات

سوالات وجوابات تو ابتدا سے فہم دین اور تعلیم دین کے ذریعہ کے طور پر اختیار کیے گئے جیسا کہ مشہور حدیث جبریل میں جبریل علیہ السلام کے سوالات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوابات[۱۹] اسی طرح دیگر عمومی سوالات، چناں چہ یہی روش اپناتے ہوئے تفسیر فہمی کے لیے مختلف ادوار میں استفسارات کیے گئے۔

تفسیری استفسارات کی وجوہات واسباب

تفسیری ذخیرے میں ان استفسارات وجوابات کا بغور مطالعہ کرنے سے ان استفسارات کی چند وجوہات و اسباب اور پس منظر کا پتا چلتا ہے کہ کن حالات و اسباب کی بنا پر یہ استفسار کیے گئے اور وہ کون سے عوامل تھے۔ جو ان استفسارات کا سبب بنے۔

اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کیے گئے استفسارات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے ادوار کے مفسرین سے کیے گئے استفسارات کے اسباب قدرے مختلف تھے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو شارع تھے؛ اس لیے کچھ اسباب تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے گئے تفسیری سوالات کے ساتھ خاص اور بنیادی نوعیت کے ہوں گے، جب کہ کچھ اسباب عمومی نوعیت کے اور مشترک حیثیت کے؛ اس لیے یہاں چند وجوہات و اسباب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

۱۹- بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبیﷺ، رقم: ۵۰۔

کیے گئے استفسارات کے بارے میں ذکر کیے جائیں گے جب کہ آخر میں دیگر وجوہات کا تذکرہ ہو گا۔

۱۔ قرآن مجید کے مجمل احکام

قرآنی آیات میں اکثر احکام مجمل شکل میں بیان ہوئے ہیں۔ جس وجہ سے ان آیات کی تفسیر پوچھنے کے لیے سوالات کیے گئے جن کی تبیین کر دی گئی؛ اگرچہ اکثر مجملات کی تبیین آپ ﷺ خود بھی فرما دیتے تھے لیکن جس کے بارے میں کوئی تفسیر میسر نہ آتی تو صحابہ کرامؓ آپ ﷺ سے تفسیر دریافت کر لیتے تھے۔ مثلاً جب آیت مبارکہ: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ [۲۰](اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے (یعنی فرض ہے) کہ جو اس گھر تک جانے کی استطاعت رکھے وہ اس کا حج کرے)۔ نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے سوال کیا: "ما السبیل"؟ تو آپ ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا "الزاد والراحلہ"[۲۱] یعنی اس سے مراد زادِ راہ اور سواری ہے۔ گویا آپ ﷺ نے سبیل کے لازمی اجزا و لوازمات ذکر فرما دیے۔ کتب حدیث میں اس طرح کی امثلہ کثیر ہیں۔

۲۔ مشکل کی توضیح

استفسارات کا ایک سبب کسی قرآنی آیت یا اس کے الفاظ کا مشکل ہونا ہوتا تھا، جس کی توضیح معلوم کرنے کے لیے استفسار کیا جاتا تھا۔ چناں چہ جب آیتِ مبارکہ: ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ [۲۲] نازل ہوئی تو بعض صحابہ کرامؓ پر یہ واضح نہ ہو سکا کہ اسود و ابیض سے یہاں کیا مراد ہے؟ بعض صحابہؓ نے تو اپنے تکیوں کے نیچے سفید اور سیاہ دھاگے رکھ لیے، جب کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے نبی پاک ﷺ سے سوال کیا: ما الخیط الأبیض من الخیط الأسود؟ جس کے جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد دن کی سفیدی اور رات کی سیاہی ہے۔[۲۳]

۲۰۔ القرآن، ۳: ۹۷۔

۲۱۔ امام محمد بن عبد اللہ الحاکم النیشاپوری، **المستدرک علی الصحیحین**، أَوَّلُ كِتَابِ الْمَنَاسِكِ (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۴۱۱ھ)، رقم: ۱۶۱۳- ۱۶۱۴۔

۲۲۔ القرآن ۲: ۱۸۷۔

۲۳۔ البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب تفسیر القرآن، بَابُ قَوْلِهِ: وكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ رقم: ۴۵۱۰۔

اس طرح صحابہؓ کے لیے آپ نے اس مشکل کی توضیح فرمادی۔ اس طرح کی کثیر مثالیں کتب تفسیر و حدیث میں ملتی ہیں۔

۳۔ آیات کا عموم یا خصوص معلوم کرنے کے لیے

ان اسباب میں سے ایک سبب کسی آیت کا عموم بھی ہوتا تھا۔ چناں چہ قرآن مجید کی کسی آیت کے عموم کے بارے میں نبی پاک ﷺ سے استفسار کیا گیا کہ کیا اس سے عمومی حکم ہی مراد ہے؟ تو نبی پاک ﷺ نے اس کی تخصیص فرمادی۔ مثلاً جب یہ آیت مبارکہ ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ [۲۴] (وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے خلط نہ کیا) نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ پریشان ہوگئے اور بعض صحابہؓ نے سمجھا کہ اس ظلم سے عام ظلم یا گناہ مراد ہے۔ چناں چہ انھوں نے نبی پاک ﷺ سے سوال کیا "وأينا لم يظلم نفسه" کہ ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے ایمان کو ظلم سے مخلوط نہیں کیا؟ تو نبی پاک ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا کہ اس ظلم سے مراد شرک ہے۔[۲۵] گویا آپ ﷺ نے یہاں ظلم کے عمومی لفظ کو شرک کے ساتھ خاص کر دیا۔ اس طرح کی دیگر امثلہ بھی کثیر ہیں جن میں عموم کی تخصیص بیان کی گئی۔

اسی طرح قرآن مجید کے بعض مقامات پر کوئی ایسا حکم نازل ہوا جو کہ بظاہر کسی خاص حکم پر دلالت کرتا تھا یعنی تخصیص کے معنی دیتا تھا۔ چناں چہ اس کی توضیح کے لیے نبی پاک ﷺ سے صحابہ کرامؓ نے سوال کیا تو آپ ﷺ نے اس کی بظاہر نظر آنے والی تخصیص کی تعمیم کر دی، مثلاً جب آیت مبارکہ ﴿وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ [۲۶] (اور جب تم سفر کو جاؤ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو کم کر کے پڑھو بشرطے کہ تم کو خوف ہو کہ کافر لوگ تم کو ایذا دیں گے۔) نازل ہوئی تو حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ (م۴۷ھ) نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (م۲۳ھ) سے سوال کیا کہ جب لوگ امن میں آجائیں تو کیا پھر بھی قصر نماز ہی پڑھنی ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس طرح تمھیں اس آیت سے یہ تعجب ہوا ہے اسی طرح مجھے بھی حیرت ہوئی تھی اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے بارے میں

۲۴۔ القرآن ۶: ۸۲۔

۲۵۔ البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب تفسیر القرآن، بَابُ :لاَ تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ، رقم: ۴۷۷۶۔

۲۶۔ القرآن ۴: ۱۰۱۔

سوال کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ صدقہ ہے جو اللہ نے تم پر کیا ہے؛ لہٰذا اس کے صدقہ کو قبول کرو۔[۲۷] گویا آیت سے بظاہر صرف دشمن کے خوف کی وجہ سے قصر نماز کی تخصیص معلوم ہو رہی تھی جس کو استفسار کے بعد ہر سفر کے لیے عام ہونا بیان کر دیا گیا۔

۴- آیات کے مطلق احکام کے بارے میں استفسارات

بعض آیات میں کوئی مطلق حکم ہوتا اور صحابہ کرامؓ کو اس کی مقدار یا حد معلوم نہ ہوتی، اس لیے وہ آپ سے سوال کرتے، مثلاً آیت قرآنیہ ﴿وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ﴾[۲۸] میں مطلقاً سونے اور چاندی کے ڈھیر کے بارے میں ذکر تھا۔ چناں چہ صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے القناطیر المقنطرة کی مقدار کے بارے میں سوال کیا جس پر آپ ﷺ کا یہ جواب **المستدرک** میں منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "القنطار ألفا أوقية"[۲۹] یعنی قنطار کی حد دو ہزار اوقیہ ہے۔ گویا آپ ﷺ نے قنطار کی حد کی تقیید کر دی۔

۵- آیات و الفاظ قرآنیہ کا مصداق معلوم کرنے کے لیے استفسارات

بعض ایسے استفسارات ملتے ہیں جن کا ظاہری معنی تو صحابہ کرامؓ کو سمجھ میں آ جاتا، لیکن اس کے مصداق کے بارے میں وہ پوچھ لیتے تھے۔ جیسا کہ آیت ﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾[۳۰] میں صلوٰۃ وسطیٰ کے بارے میں نبی پاک ﷺ سے جب پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے اسے عصر کی نماز قرار دیا۔[۳۱]

اسی طرح آیت ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾[۳۲] میں **مغضوب علیهم** اور **الضالین** کے مصداق کے بارے میں جب نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے **مغضوب علیهم** کا مصداق یہود اور **الضالین** کا مصداق نصاریٰ کو قرار دیا۔[۳۳]

۲۷- مسلم، **الجامع الصحیح**، كِتَابُ صَلَاةِ الْمُسَافِرِينَ وَقَصْرِهَا، بَابُ صَلَاةِ الْمُسَافِرِينَ وَقَصْرِهَا، رقم: ۶۸۶۔

۲۸- القرآن، ۳: ۱۴۔

۲۹- الحاکم، مصدر سابق، کتاب النکاح، حدیث: ۲۷۳۱۔

۳۰- القرآن، ۲: ۲۳۸۔

۳۱- الطبری، مصدر سابق، ۲: ۷۴۱۔

۳۲- القرآن، ۱: ۷۔

۳۳- الطبری، مصدر سابق، ۱: ۱۸۶- ۱۹۳۔

۶- علمیت جانچنے کے لیے استفسارات

آپ ﷺ کے بعد کے ادوار میں تفسیری استفسارات کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ بعض افراد کسی صحابیؓ یا تابعی کی علمیت جانچنے کے لیے یا علمی مقام معلوم کرنے کے لیے قرآنی آیات کی تفسیر دریافت کرتے تھے، مثلاً امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما (م ۶۸ھ) کے بارے میں نقل کیا ہے کہ آپؓ کعبہ کے صحن میں تشریف فرما تھے اور سوال کرنے والوں کا مجمع لگا ہوا تھا۔ لوگ آپ سے تفسیر قرآن کے بارے میں دریافت کر رہے تھے۔ نافع بن ازرق خارجی (م ۶۵ھ) نے نجدہ بن عویمر (م ۶۹ھ) سے کہا چلو اس شخص کے پاس چلیں جو علم کے بغیر تفسیر قرآن کی جرأت کرتا ہے۔ چناں چہ دونوں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا ہم آپ سے تفسیر کے بارے میں چند باتیں دریافت کرنا چاہتے ہیں ان کی توضیح کیجیے اور کلام عرب سے استشہار فرمائیے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو بلیغ عربی میں نازل کیا ہے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا جو دل چاہے پوچھیے۔ نافع نے کہا اس آیت کے معنی بتلائیے: عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ[۳۴] ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: العزون کے معنی ہیں "ساتھیوں کے حلقے۔" انھوں نے کہا کیا عرب اس معنی سے واقف ہیں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، جی ہاں کیا آپ نے عبید بن الابرص کا یہ شعر نہیں سنا؟

فجاء وا يهرعون إليه حتى
يكونوا حول منبره عزينا[۳۵]

(وہ اس کی طرف بھاگتے ہوئے آتے ہیں اور اس کے منبر کے گرد حلقہ باندھ لیتے ہیں)۔

نافع بن ازرق کے اسی طرح کے تقریباً دو سو سوالات کا ذکر ملتا ہے جیسا کہ امام سیوطی نے **الإتقان** میں مسائل نافع بن الازرق کے عنوان سے اس طرح کے ۱۹۰ سوال و جواب تفصیلاً نقل کیے ہیں۔[۳۶] ابن الانباری نحوی (م ۳۲۸ھ) نے اپنی کتاب **الوقف والابتداء**[۳۷] میں جب کہ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۶۰ھ) نے

۳۴- القرآن، ۷۰: ۳۷۔

۳۵- سیوطی، مصدر سابق، ۱: ۲۵۸۔

۳۶- مصدر سابق، ۱: ۲۵۸- ۲۸۱۔

۳۷- ابن الانباری نحوی، **الوقف والابتداء** (دمشق: مطبوعات مجمع اللغة العربيه، ۱۹۷۱ء)، ۱: ۷۶۔

المعجم الکبیر میں بھی ان میں سے بعض سوالات کا ذکر کیا ہے۔[۳۸]

۷- غیر مسلموں کے آزمائشی تفسیری استفسارات

قرآن مجید کی تعلیمات سابقہ الہامی کتب کی تکمیل، تصدیق اور تتمہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس کا ثبوت وہ تصدیقات بھی ہیں جو یہود و نصاریٰ کی اپنی الہامی کتب کے مطابق قرآنی آیات کو پرکھنے پر سامنے آئیں، چناں چہ ایک قسم اور سبب تفسیری استفسارات کا یہ بھی بنا کہ کسی غیر مسلم نے کسی آیتِ قرآنی کی تصدیق اپنی مقدس کتاب کے مطابق چاہی مثلاً: علامہ ابن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ (م۳۱۰ھ) کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ (م۹۵ھ) روایت کرتے ہیں کہ میں حج کی تیاری میں مصروف تھا کہ کوفہ کے ایک یہودی نے کہا کہ میں آپ کو علم کا شائق سمجھتا ہوں۔ یہ بتائیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ کتنا عرصہ گزارا تھا؟ میں نے کہا مجھے کچھ علم نہیں، میں مکہ جا رہا ہوں، وہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کروں گا۔ چناں چہ مکہ پہنچ کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا اور یہودی کا سوال ذکر کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا دس سال۔ انبیاء علیہم السلام جب کسی بات کا وعدہ کرتے ہیں تو اس کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ (حضرت سعیدؒ فرماتے ہیں) جب میں عراق آیا تو یہودی کو یہ بات بتلائی۔ اس نے کہا: ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا خدا کی قسم عالم تو وہ ہے۔[۳۹]
اس طرح کے استفسارات بھی کافی علمی جوابات کا سبب ہیں۔

۸- اپنے مسلکی و فقہی موقف کی تصدیق کے لیے استفسارات

تفسیری استفسارات میں سے کئی ایسے ہیں جو کہ کسی خاص مسلک یا فقہی مشرب کے حامل افراد یا علما اپنے موقف کو واضح کرنے اور ان کی ترویج کے لیے کرتے تھے۔ مثلاً قاضی عبد الجبار معتزلی (م۴۱۵ھ) نے اپنی تفسیر **تنزیه القرآن عن المطاعن** میں معتزلی افکار کے پرچار کے لیے آیات قرآنیہ کے بارے میں خود ہی استفسار و سوال ذکر کیے اور بعد ازاں خود ہی جواب بھی بیان کیے۔ اسی طرح سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ (م۲۸۳ھ) نے **تفسیر تستری** میں اُن سوالات کے جوابات دیے ہیں جو کہ ان سے تفسیر کے بارے میں پوچھے گئے۔ انھوں نے ان

۳۸- ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، **المعجم الکبیر**، باب العین، ومن مناقب عبد الله بن عباس و اخباره (قاہرہ: مکتبة ابن تیمیة، ۱۳۹۷ھ)، رقم: ۱۰۵۹۷۔

۳۹- الطبری، مصدر سابق، ۲۰: ۴۳۔

استفسارات و جوابات کے ذریعے تفسیر اشاری اور صوفی کو فروغ دیا گیا ہے۔ تفصیل آئندہ صفحات میں آئے گی ان شااللہ۔ اس طرح کی دیگر امثلہ بھی کثیر ہیں۔

۹- بیانِ تفسیر میں تسہیل کے لیے استفسارات

استفسار و جواب کے منہج سے تفسیر بیان کرنے کا ایک سبب بیان تفسیر میں تسہیل بھی ہے۔ ان مفسرین نے تفسیر قرآن کی آسانی اور تسہیل کے پیش نظر یہ انداز اختیار کیا، مثلاً **تفسیر ابن فورک یا تفسیر مسائل الرازي** میں مفسرین نے فہم قرآن میں آسانی کے لیے یہ انداز اختیار کیا۔ ان تفاسیر کا تفصیلی تعارف آئندہ صفحات میں تحریر کیا جائے گا۔ اس انداز میں مفسرین نے ممکنہ تفسیری استفسارات کی ازخود نشان دہی کی، سوالات اٹھائے اور پھر خود ہی ان کے جوابات دیے، تاکہ پڑھنے والے آسانی سے قرآن کی تفسیر کو سمجھ سکیں اور ان کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے سوالات کا پہلے ہی سے جواب دے دیا جائے۔

۱۰- استفساری اندازِ تفسیر کا فروغ

چوں کہ یہ اندازِ تفسیر انتہائی عمدہ اور مفید تھا، اس لیے استفساری منہج کو اختیار کرنے میں ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ مفسرین اس منہج کو فروغ دینا چاہتے تھے جس کا ایک ثبوت ان کا اس منہج پر تفاسیر لکھنا ہے۔

۱۱- صحیح تفسیر کے بیان اور تفسیری رائے معلوم کرنے کے لیے استفسارات

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بعض استفسارات کسی آیت کی صحیح تفسیر معلوم کرنے اور اس کے بارے میں ان کی رائے جاننے کے لیے ہوتے تھے، جیسا کہ بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے جس میں ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمان باری تعالیٰ: ﴿**إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ**... الخ﴾[۴۰] کے بارے میں سوال کیا تو بعض نے جواب دیا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جب ہمیں فتح و نصرت میسر آئے تو ہم حمد و استغفار کیا کریں۔ بعض خاموش رہے اور کچھ نہ بولے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا اے ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ بھی ایسا ہی کہتے ہیں، میں نے کہا نہیں۔ فرمایا پھر آپ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجل ہے، جس سے ہمیں آگاہ کیا گیا ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے جواب کی تصدیق و توثیق یہ فرما کر کی کہ: ما أعلم

۴۰- القرآن ۱۱۰: ۱۔

منھا إلا ماتقول.[۴۱] یعنی جو آپ نے کہا ہے میں اس سے زیادہ نہیں جانتا۔اس طرح کے استفسارات کی کثیر مثالیں ذخیرۂ حدیث میں موجود ہیں۔

۱۲- آیاتِ قرآنیہ پر اعتراضات واشکالات

تفسیری استفسارات اکثر تو قرآن فہمی کے لیے ہی کیے گئے، لیکن بعض اسباب ووجوہات ان استفسارات کے یہ بھی تھے کہ بعض لوگوں نے قرآنی آیات پر اعتراض اور اشکال کا اظہار کرتے ہوئے ان آیات کے بارے میں سوالات کیے۔ ان کا یہ اعتراض کرنا تو بلاشبہ قابل افسوس و مذمت ہے، لیکن اس کا فائدہ یہ ہوا کہ جب ان کے جوابات دیتے ہوئے علما نے آیات قرآنیہ کی تفسیر بیان کی تو ایک وسیع علمی موادِ تفسیر امت کو میسر آیا، جو کہ آئندہ کے لیے بھی ایسے اعتراضات کا جواب دینے میں کام آیا۔ ان کی مثالیں حافظ ابو محمد سفیان بن عینہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب **جوابات القرآن** اور علامہ قطرب ابو علی محمد بن المستنیر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب **فیما سئل عنہ الملحدون من آي القرآن** ہے۔

استفساری تفسیر کا دائرہ کار اور اقسام

تفسیر کے اس منفرد نوعیت کے منہج کو سمجھنے میں سہولت کی خاطر اسے پہلے سے متعین کردہ تین بنیادی اقسامِ تفسیر کے تحت درج ذیل طریقے سے بیان کیا جاسکتا ہے:

الف۔ استفساری تفسیر بالماثور

ب۔ استفساری تفسیر بالرائے

ج۔ استفساری تفسیر اشاری

ان میں سے ہر ایک قسم کو اس کے متعلقات کے ساتھ الگ الگ بیان کیا جاتا ہے تاکہ پوری صورت واضح ہو جائے اور کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے اور اس استفساری اسلوب تفسیر کی افادیت و انفرادیت عیاں ہو جائے۔

۴۱- البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب التفسیر، بَابُ قَوْلِهِ: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا، رقم: ۴۹۷۰۔

۱- استفساری تفسیر بالماثور

استفساری تفسیر کی اس قسم سے مراد قرآنی آیات کے بارے میں ماثور تفاسیر یا کتب حدیث میں موجود استفسارات اور ان کے جواب میں بیان کی گئی تفسیر ہے۔یعنی یہ قسم ان اقوال و فرامین پر مشتمل ہے جو کہ کسی آیت کے معنی و مفہوم سمجھنے، مراد و مصداق جاننے اور کسی قرآنی حکم کی تفصیلات معلوم کرنے کے لیے کیے گئے سوالات کے جواب کے طور پر بیان کیے گئے۔ہمارے علم کے مطابق یہ استفسارات و جوابات نہ تو علاحدہ سے جمع و مدون کیے گئے ہیں، نہ اس اسلوب پر کوئی مکمل تفسیر بالماثور لکھی گئی ہے، بلکہ یہ استفسارات ماثور تفاسیر میں اور کتب احادیث میں مختلف مقامات پر منقول و موجود ہیں، جو ابتدائی سطح پر نبی اکرم ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بعض آیات کی تفسیر و توضیح دریافت کرنے کے لیے کیے تو آپ ﷺ نے ان کے جواب ارشاد فرمائے۔ بعد ازاں مفسرین صحابہ کرامؓ سے بعض دیگر صحابہؓ یا تابعینؒ نے قرآن فہمی کے لیے کئی تفسیری استفسارات کیے جن کے جوابات کتب حدیث و تفسیر میں منقول ہیں۔ اسی طرح تفسیر میں مہارت رکھنے والے تابعینؒ سے بعض دیگر تابعینؒ یا تبع تابعینؒ نے بھی ایسے استفسارات کیے جن کے جوابات تفاسیر میں منقول ہیں۔

چوں کہ ان تفسیری اقوال میں منقول تفسیر کی معنویت و نوعیت اور افادیت مسلم ہے، اس لیے ان اقوال کو ایک علاحدہ اسلوب کے تحت جمع و مدون کر کے ان کا تحقیقی و تحلیلی جائزہ لینا قرآن فہمی میں ان شاء اللہ مفید ثابت ہوگا۔

تفسیر بالماثور کو بنیادی طور پر تین مراحل میں تقسیم کیا جاتا ہے۔اس لیے استفساری تفسیر بالماثور کو بھی ان ہی ادوار و مراحل اور درجات کے اعتبار سے بیان کرنے سے یہ اسلوب مزید واضح ہو سکتا ہے،لہذا ذیل میں ان ادوار کا تذکرہ قدرے تفصیل سے کیا جاتا ہے۔اس طرح استفساری تفسیر کے ارتقائی مراحل بھی بیان ہو جائیں گے۔

استفساری تفسیر بالماثور کے درجات وادوار

ماثور استفساری تفسیر کو بنیادی طور پر تین ادوار و درجات میں تقسیم کیا جاتا ہے:

۱- دورِ اول: نبی کریم ﷺ سے تفسیری استفسارات

۲- دور ثانی صحابہ کرامؓ سے تفسیری استفسارات

۳- دورِ ثالث تابعین عظامؒ سے تفسیری استفسارات

تفسیر بالماثور کو چوں کہ عام طور پر ان ہی طبقات تک منحصر سمجھا جاتا ہے لہذا ان ہی تین طبقات کو تین ادوار کے طور پر بیان کیا جا سکتا ہے۔

دورِ اوّل: نبی اکرم ﷺ سے تفسیری استفسارات

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کو قرآن مجید کی تبیین و تفسیر کی جو ذمہ داری سونپی گئی اسے آپ ﷺ نے کماحقہ نبھایا، چناں چہ آپ ﷺ نے اکثر قرآنی آیات کی تفسیر از خود بیان فرمادی جیسا کہ **تفسیر الطبری** میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "إذا شك أحدكم في الأمر فليسألني عنه"[۴۲] (یعنی تم میں سے اگر کسی کو کسی معاملے میں شک ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے بارے میں مجھ سے پوچھ لے)۔

چناں چہ اس تعلیم کے پیش نظر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اگر کسی آیت کی تفسیر میسر نہ آتی یا کسی آیت کے سمجھنے میں دشواری پیش آتی تو وہ نبی کریم ﷺ سے اس کی تفسیر دریافت کرتے جس کے جواب میں آپ ﷺ اس آیت کی تفسیر بیان فرما دیتے تھے۔ بعض اوقات کسی تفسیری استفسار کے جواب میں مزید آیات بھی نازل ہو جاتیں جنھیں آپ ﷺ جواب کے طور پر بیان فرمادیتے۔ ان استفسارات وجوابات کی چند مثالیں ذیل میں بیان کی جاتی ہیں۔

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "سألت رسول الله ﷺ عن هذه الآية (وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ)،[۴۳] قال عليه السلام هو الضيق."[۴۴] (یعنی میں نے نبی اکرم ﷺ سے اس آیت (اور تم پر دین کی کسی بات پر حرج نہیں کیا) کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد تنگی ہے)۔

۲۔ جب یہ آیتِ مبارکہ: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾[۴۵] نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا "ما السبیل" یعنی سبیل سے کیا مراد ہے؟ تو آپ ﷺ

۴۲۔ الطبری، مصدر سابق، ۵: ۲۱۵، رقم: ۹۹۲۸۔

۴۳۔ القرآن، ۲۲: ۷۸۔

۴۴۔ الطبری، مصدر سابق، ۱۷: ۲۶۰، رقم: ۲۵۳۹۰۔

۴۵۔ القرآن ۳: ۹۷۔

نے جواب دیا "الزاد والراحلۃ" یعنی اس سے مراد زادِ راہ اور سواری ہے۔(۴۶)

اس طرح کی کثیر مثالوں میں نبی اکرم ﷺ سے کیے گئے تفسیری استفسارات ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔ اس طرح اِن تفسیری استفسارات کا آغاز ہوا اور مختلف مراحل سے گزرتا ہوا یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہا۔ یہ تفسیری استفسارات کتب احادیث اور تفاسیر بالماثور میں متفرق مقامات پر موجود ہیں۔ گو کہ ہمارے علم کے مطابق ان استفسارات وجوابات پر مبنی الگ سے کوئی تفسیر بالماثور مرتب نہیں کی گئی، لیکن انھیں مختلف اور متفرق ماخذ سے جمع و مدون کیا جا سکتا ہے اور انھیں ایک علاحدہ اُسلوب کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔

یہ مقالہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

دورِ ثانی: صحابہ کرامؓ سے تفسیری استفسارات

صحابہ کرامؓ وہ ہستیاں تھیں جنھوں نے نزولِ قرآن کا مکمل زمانہ پایا اور نبی اکرم ﷺ سے بالواسطہ یا بلا واسطہ اکثر تفسیر قرآن حاصل کی یا کئی آیات کا شان نزول خود ملاحظہ کیا اور مندرجہ بالا ذرائع کی روشنی میں استنباط و اجتہاد سے بھی تفسیر قرآن بیان کی۔

نبی اکرم ﷺ کی صحبت میں رہ کر قرآنی معارف سیکھنے اور خداداد صلاحیتوں میں تمام صحابہ برابر نہیں تھے؛ اس لیے فہم قرآن کے سلسلے میں بھی صحابہ میں فرق مراتب پایا جاتا تھا۔ نیز مشہور مفسرین صحابہ کی تعداد بھی کچھ زیادہ نہیں تھی اور وہ بھی مختلف وجوہات اور متنوع مصروفیات کی وجہ سے روایات کی قلت و کثرت کے اعتبار سے مساوی الدرجہ نہ تھے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل دس مشہور مفسر صحابہ کے نام ذکر کیے ہیں۔ ان میں خلفاے اربعہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ اگرچہ ان صحابہ کے علاوہ بھی کئی صحابہ کرامؓ سے تفسیری روایات منقول ہیں، لیکن زیادہ مشہور نام وہی ہیں جو کہ ذکر کیے گئے ہیں۔ ان میں سے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ تفسیری خدمت نصیب ہوئی اور شہرت ملی۔(۴۷)

۴۶- الحاکم، مصدر سابق، أول کتاب المناسک، رقم: ۱۶۱۳۔

۴۷- سیوطی، مصدر سابق، ۲: ۸۳۔

دیگر صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام میں بھی قرآن فہمی کی طلب اور شوق چوں کہ انتہا درجے کا رہتا تھا، اس لیے اکثر صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام تفسیر میں مہارت اور شہرت رکھنے والے دیگر مفسرین صحابہ کرامؓ سے کئی آیات سمجھنے کے لیے تفسیری استفسارات وسوالات کرتے تھے، جن کے جوابات تفسیری ذخیرے میں انتہائی اہمیت کی حامل تفسیر سمجھی جاتی ہے۔ان استفسارات میں سے زیادہ تعداد ان چار مفسرین صحابہ کرامؓ (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) سے کیے گئے استفسارات کی ہے۔

مفسرین صحابہ کرامؓ بھی ان استفسارات کا جواب پوری توجہ اور دیانت سے دیتے تھے اور اسے اپنا فریضہ سمجھتے تھے کیوں کہ صحابہؓ کے پیش نظر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان گرامی تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"من سئل عن علمٍ فكتمه ألجم بلجامٍ من نارٍ يوم القيمة"[۴۸] (جس سے کسی علم کے بارے میں سوال کیا گیا اور اس نے اسے چھپالیا اسے قیامت کے دن آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔)

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۸۸ھ)، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی روشنی میں فرماتے ہیں:"فاوجب على من يسأل عن علمٍ ان يجيب عنه وان يبين ولا يكتم"[۴۹] (پس جس سے کسی علم کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے اس پر واجب ہے کہ وہ اس کے بارے میں جواب دے اور اسے واضح کرے اور نہ چھپائے)۔

اس طرح تفسیر کے استفساری منہج کا دوسرا دور شروع ہوا جو کہ اس تسلسل کے لیے انتہائی اہم ثابت ہوا۔

تفسیر بالماثور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیان کردہ تفاسیر کے بعد صحابہ کرامؓ کے اقوال سے کی گئی تفسیر کا درجہ ہے۔ گویا مرفوع احادیث کے بعد تفسیر میں دوسرا درجہ موقوف روایات سے کی گئی تفسیر کا ہے۔

صحابہ کرامؓ سے کیے گئے تفسیری استفسارات کی مثال ذیل میں تحریر کی جاتی ہے جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ استفسارات کس نوعیت کے ہوتے تھے:"عن الحسن بن عبيد الله فى قوله: "توفته رسلنا وهم لا يفرطون،"[۵۰] قال: سئل ابن عباس عنها فقال: إن لملك الموت أعوانا من

۴۸- امام احمد ابن حنبل، **المسند** (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۱۴۲۱ھ)، رقم: ۷۵۷۱۔

۴۹- احمد بن محمد بن ابراہیم الخطابی، **معالم السنن شرح سنن أبي داود** (حلب: المطبعة العلمية، ۱۳۵۱ھ)، ۳: ۲۶۳۔

۵۰- القرآن، ۶: ۶۱۔

الملائكة."[۵۱] (حسن بن عبید اللہ (م۱۴۰ھ) سے اللہ کے فرمان "توفته رسلنا وهم لا یفرطون" کے بارے میں مروی ہے کہ ابن عباسؓ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ بے شک ملک الموت کے ساتھ ان کے معاونین فرشتے ہیں۔)

اس طرح کی کثیر امثلہ کتب تفسیر میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کیے گئے ان استفسارات کو دو درجات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

الف۔ صحابہ کرامؓ سے صحابہ کرامؓ کے تفسیری استفسارات

ب۔ صحابہ کرامؓ سے تابعین عظامؒ کے تفسیری استفسارات

ذیل میں چند ایسے اقوال پیش کیے جاتے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تفسیری استفسارات کس طرح کیے جاتے رہے اور اس کا کتنا اہتمام کیا جاتا رہا:

۱۔ حضرت ابن ابی ملیکہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۷ھ) بیان کرتے ہیں "میں نے دیکھا کہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۴ھ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے قرآن کی تفسیر دریافت کر رہے تھے اور ان کے ہمراہ ان کی تختیاں بھی تھیں۔ ابن عباسؓ نے کہا لکھتے جاؤ حتیٰ کہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے مطلوبہ تفسیر پوچھ لی"۔[۵۲]

۲۔ علامہ سیوطی رضی اللہ عنہ کے مطابق قرآن کے غریب الفاظ کی شرح کے لیے نافع بن الازرق خارجی (م۶۵ھ) کے سوالات پر ابن عباسؓ کے جوابات ان کی بہترین شرح ہیں۔ نیز علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے: "إذا سألتموني عن غريب القرآن فالتمسوه في الشعر؛ فإن الشعر ديوان العرب."[۵۳]

۳۔ علامہ ابن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳ھ) کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ میں نے ہر آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا ہے، مگر اس میں احتیاط کی ضرورت ہے۔ یہ

۵۱۔ الطبری، مصدر سابق، ۱۱: ۴۱۰۔

۵۲۔ احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ، **مقدمة في أصول التفسير** (بیروت: دار ابن حزم، ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۴ء)، ۹۵۔

۵۳۔ سیوطی، مصدر سابق، ۲: ۶۷۔

کلام الٰہی کی تفسیر کا معاملہ ہے۔(۵۴)

۴۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی استفسارات کا پتا دیتا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: "لو كنت قرأت قراءة ابن مسعود قبل أن أسأل ابن عباس ما احتجت أن أسأله عن كثير مما سألته عنه."(۵۵) (یعنی اگر قبل ازیں میں عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت سے آگاہ ہوتا تو جو تفسیری سوالات میں نے ابن عباسؓ سے کیے تھے اس کی ضرورت پیش نہ آتی)۔

اس طرح کے اقوال اس بات کے شاہد ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآن مجید کی کثیر آیات کے بارے میں سوالات کیے گئے۔ ان استفسارات کا جواب دینے میں صحابہ کرامؓ اکثر تو روایتی انداز ہی اختیار کرتے تھے اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہی جواب دیتے تھے، لیکن کئی مقامات پر درایتی اور اجتہاد کا انداز بھی اختیار کیا ہے جس میں لغت، شعر اور دیگر ذرائع استعمال کیے ہیں۔ صحابہ کرام کی اسی اجتہادی تفسیر کو "تفسير القرآن بأقوال الصحابة" کا نام دیا گیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان سوالات و جوابات کا تحقیقی جائزہ لے کر ان کی استنادی حیثیت کو واضح کیا جائے اور درجہ بندی کر کے ان سے استفادہ کیا جائے۔

دورِ ثالث: تابعینؒ سے تفسیری استفسارات

تابعینؒ کا دور خیر القرون میں سے ہونے کی وجہ سے اور صحابہؓ کی صحبت اور فیض کی وجہ سے ان کی تفسیر کو بھی تفسیر بالماثور میں ہی شمار کیا گیا ہے۔ تابعینؒ نے صحابہ کرامؓ سے تفسیر قرآن سیکھنے میں بہت محنت اور شوق کا مظاہر کیا ہے۔ اسی لیے تابعین کے تفسیری اقوال کو تفسیر بالماثور میں اہم سمجھا جاتا ہے اور اسی لیے تبع تابعینؒ نے تابعین کرامؒ سے بھی قرآن سیکھنے کے لیے تفسیری سوالات پوچھے۔ جن کے جوابات ذخیرۂ تفسیر میں متفرق مقامات پر موجود ہیں۔ یہ تفسیر بالماثور میں استفساری منہج کا تیسرا دور بنتا ہے۔ اس دور میں ان استفسارات و جوابات کو بھی دو درجات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

الف: تابعینؒ سے تابعینؒ کے استفسارات

۵۴۔ الطبری، مقدمة تفسير الطبري، ۱: ۲۸۔

۵۵۔ محمد حسین الذہبی، التفسیر و المفسرون، ۱: ۴۰۔

ب: تابعین سے تبع تابعین کے استفسارات

تابعین کے جوابات بھی روایتی اور درایتی دونوں انداز تفسیر کے حامل ہوتے تھے۔ کبھی تو یہ جوابات احادیث رسول ﷺ اور اقوالِ صحابہؓ کے ذریعے ہوتے اور کبھی ان اقوال کی روشنی میں اجتہاد اور رائے کے ذریعے تفسیری جوابات دیے جاتے تھے۔

انھی درایتی اقوال تابعین کو تفسیر بالماثور میں تفسیر القرآن بأقوال التابعين میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ اقوال تفسیری ذخیرے میں ایک عمدہ اور علمی مواد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مفسرین نے ان اقوال کو تفاسیر میں بکثرت نقل کیا ہے۔ تابعین کے دور کے حالات وضروریات سابقہ ادوار سے کافی مختلف تھے۔ چناں چہ اس دور کے سوالات بھی اسی نوعیت کے تھے ذیل میں ان استفسارات وجوابات کی چند امثلہ پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ "عن ابن عون: سألت محمدًا يعني ابن سيرين عن يوم الحج الأ كبر[۵۶] فقال كان يوما وافق فيه حج رسول الله صلى الله عليه وسلم حج أهل الوبر."[۵۷] (ابن عونؒ (م ۱۵۱ھ) سے روایت ہے کہ میں نے محمد یعنی ابن سیرینؒ (م ۱۱۰ھ) سے حجِ اکبر کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا یہ وہ دن تھا جس میں آپ ﷺ نے اہل وبر کے ساتھ حج میں موافقت کی)۔"عمر بن ذر قال: سألت مجاهدًا عن يوم الحج الأ كبر فقال: هو يوم النحر."[۵۸] (عمر بن ذرؒ (م ۱۵۳ھ) نے کہا کہ میں نے مجاہدؒ سے حجِ اکبر کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس سے مراد یوم النحر ہے)۔

۲۔ "عن منصور، قال: قلت لمجاهدٍ: فما يكذبك بعد بالدين[۵۹] عني به النبي صلى الله عليه وسلم؟ قال: معاذ الله، عني به الإنسان."[۶۰] (منصورؒ سے روایت ہے انھوں

۵۶۔ القرآن۹: ۳۔

۵۷۔ الطبری، مصدر سابق، ۱۴ : ۱۲۱۔

۵۸۔ نفس مصدر۔

۵۹۔ القرآن، ۹۵: ۷۔

۶۰۔ الطبری، مصدر سابق، ۲۴: ۵۱۴۔

نے کہا کہ میں نے مجاہدؒ سے پوچھا کہ کیا فما یکذبك بعد بالدین سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں انھوں نے فرمایا اللہ کی پناہ اس سے مراد انسان ہے)۔

۳۔ سئل سعید بن جبیرٍ عن الشجرة الملعونة، قال: شجرة الزقوم[۶۱] (حضرت سعید بن جبیرؒ سے الشجرة الملعونة کے بارے میں سوال کیا گیا انھوں نے فرمایا اس سے مراد زقوم کا درخت ہے)۔

تفسیر بالرائے اور تفسیر اشاری کے حوالے سے استفساری منہج تفسیر کا ارتقا

صحابہؓ و تابعینؒ کا علم و فہم جن بلندیوں پر فائز تھا بعد کے ادوار کے مفسرین اس درجے کے علم و فہم کے مالک نہیں تھے؛ اس لیے جو استفسارات صحابہؓ یا تابعینؒ نے کیے وہ اپنی ضرورت اور علمی تشنگی کی تکمیل کے لیے کیے۔ اور ظاہر ہے کہ بعد کے لوگوں کے لیے آیات کے دیگر کئی پہلو ابھی مزید استفسار طلب تھے جو کہ صحابہؓ و تابعینؒ کی علمی بلندی کی وجہ سے ان کی ضرورت نہیں تھے، چناں چہ بعد کے لوگوں نے ان مزید استفسار طلب پہلوؤں کے بارے میں سوالات کیے جو کہ تفاسیر بالرائے میں استفساری تفسیر کے مزید ارتقا کا سبب بنے۔

چناں چہ تفسیر کی دیگر انواع کے ساتھ ساتھ استفساری منہج تفسیر بھی اپنی ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے آگے بڑھتا رہا۔ جس کی روشنی میں بعد ازاں ہر دور میں تفسیر طلبی، تفسیر نویسی میں عمدہ اضافے کا سبب بنتی رہی۔

اس طرح اس استفساری منہج کا اثر تفسیر بالماثور کے بعد تفسیر بالرائے اور تفسیر اشاری میں بھی داخل ہو گیا؛ چوں کہ تفسیر بالماثور کے تمام مراحل میں استفسارات کے جوابات استنباط، اجتہاد اور رائے کے ذریعے بھی دینے کی سابقہ مثالیں موجود تھیں، لہذا بعد کے مفسرین نے بھی تفاسیر بالرائے میں اس اسلوب اور منہج کو بلا جھجک اختیار کیا۔

استفساری منہج تفسیر میں اس مرحلے پر پہنچ کر کچھ تبدیلیاں بھی رونما ہونے لگیں مثلاً:

اس مرحلے پر استفساری منہج تفسیر میں جہاں ایک طرف تو قرآن فہمی کے لیے کیے گئے استفسارات کے جواب کے طور پر تفسیر بیان کی گئی تو دوسری طرف نئے پیدا ہونے والے فرقوں کے قرآنی آیات کے حوالے سے

۶۱۔ نفس مصدر، ۱۷: ۴۸۵۔

اعتراضات و اشکالات پر مبنی استفسارات کے جواب کے طور پر بھی قرآن مجید کی تفسیر بیان کی گئی مثلاً:

۱۔ معتزلہ و قدریہ وغیرہ کے اعتراضات و شبہات اور سوالات کے جواب دیتے ہوئے دوسری صدی ہجری میں حافظ ابو محمد سفیان بن عیینہ کوفیؒ (م۱۰۹۸ھ) نے کتاب **جوابات القرآن** لکھی جب کہ اسی موضوع پر علامہ قطرب ابو علی محمد بن علی المستنیرؒ (م ۲۰۶ھ) نے کتاب **فیما سئل عنه الملحدون من آي القرآن** لکھی۔

۲۔ اپنے اپنے رجحان مسلک اور مذہب کے فروغ اور نمائندگی کے لیے بھی استفساری منہج تفسیر اختیار کیا گیا اور اس منہج کے تحت مکمل یا نامکمل تفاسیر اہتمام کے ساتھ لکھی گئیں۔ انداز یہ اختیار کیا گیا کہ مفسرین نے آیات قرآنیہ سے متعلق پیدا ہونے والے یا کیے جانے والے ممکنہ سوالات کو خود ہی اٹھایا اور پھر خود ہی اس کا جواب دیا یا کسی آیت کے بارے میں پوچھنے والے اور سوال کرنے والے کے استفسار کا جواب دیا۔ اور یہی اسلوب پوری تفسیر میں ملحوظ رکھا۔ ذیل میں ان کا تذکرہ زمانی ترتیب کے لحاظ سے کیا جاتا ہے:

الف: استفساری منہج تفسیر کی تفسیر اشاری میں نمائندہ تفسیر

تیسری صدی ہجری میں لکھی جانے والی معروف اشاری تفسیر، **تفسير القرآن العظيم المعروف به تفسير التستري** جو کہ سہل بن عبد اللہ التستریؒ (م۲۷۳ھ) کے نام سے منسوب ہے۔ اس تفسیر کو استفساری منہج تفسیر کی تفسیر اشاری میں نمائندہ تفسیر سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ تفسیر در حقیقت سہل تستریؒ کے ایک شاگرد ابو بکر محمد بن احمد بلدی کے اپنے استاد کی مختلف مواقع پر بیان کردہ تفسیر کو جمع کرنے سے وجود میں آئی۔ اس کتاب میں ابو بکر اکثر یوں کہتے ہیں: وسئل عن قوله... فقال... کہ سہیل سے فلاں آیت کی تفسیر دریافت کی گئی اور انھوں نے یوں فرمایا...... مثلاً: وسئل عن قوله (وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ) [۶۲] فقال الصبر ههنا الصوم، والصلوة و صلة المعرفة[۶۳]

۶۲۔ القرآن، ۲:۴۵۔

۶۳۔ سہل بن عبد اللہ التستری، **تفسير التستري**، ت، طہٰ عبد الروف سعد/ سعد بن محمد علی (مصر: دار الحرم للتراث، ۲۰۰۴ء) ۱: ۹۷۔

گویا اس تفسیر میں استفسار و جواب کا انداز اختیار کر کے اشاری اور صوفی تفسیر کی نمائندگی استفساری منہج میں کی گئی ہے۔

ب: شوافع کی تفاسیر میں استفساری اسلوب و منہج کی نمائندہ تفسیر

چوتھی صدی ہجری کے اواخر میں امام ابو بکر محمد بن الحسن ابن فورکؒ (م۴۰۶ھ)، جو کہ فقہائے شافعیہ میں سے تھے، نے شوافع کی ترجمانی کرتے ہوئے استفساری منہج پر **تفسیر ابن فورک** لکھی اور اپنی پوری تفسیر میں یہ انداز اختیار کیا کہ آیات کے بارے میں خود ہی ممکنہ سوالات اٹھاتے ہیں۔ مثلاً "مسألة: إن سئل عن قوله سبحانه (قل هو الله أحد) إلى آخرها وقال ما الأحد؟ وما حقيقة الواحد؟....وما الصمد؟ وما الكفو؟" پھر خود ہی ان سوالات کے جوابات یوں دیتے ہیں:

الجواب: الأحد معناه واحد....الخ[۶۴] مکمل تفسیر میں یہی انداز اختیار کیا ہے۔

اس تفسیر کو شوافع کی تفاسیر میں سے استفساری اسلوب و منہج کی نمائندہ تفسیر کہا جا سکتا ہے۔ اس طرح یہ پوری تفسیر ایسے ممکنہ استفسارات و جوابات پر مبنی ہونے کی وجہ سے نہ صرف قرآن فہمی میں مدد و معاون ہے، بلکہ بہت آسان فہم بھی ہے۔

ج: معتزلی رجحان کی تفاسیر میں استفساری منہج تفسیر کی نمائندہ تفسیر

اسی طرح معتزلہ کی نمائندگی کرتے ہوئے پانچویں صدی ہجری میں قاضی عبد الجبار معتزلی (م۴۱۵ھ) نے ایک تفسیر **تنزيه القرآن عن المطاعن** لکھی اس تفسیر میں مفسر نے سوال و جواب کا اسلوب و منہج اختیار کیا ہے۔ دراصل یہ کتاب مسائل پر مبنی ہے۔ اور ہر مسئلہ سوال و جواب پر مشتمل ہے۔ آیات پر ممکنہ سوال اور اعتراض اٹھاتے ہیں یا کسی کے لیے سوال کا ذکر کرتے ہیں اور پھر خود ہی ان کا جواب دیتے ہیں، مثلاً: "(مسئالة) وسئالوا عن قوله (وَمَا كَانَ اللهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ)[۶۵] وقالوا كيف يصح ذلك في الإيمان

۶۴- محمد بن الحسن ابو بکر ابن فورک، **تفسير ابن فورك**، ت، سہیمہ بنت محمد سعید (مکہ: وزارت التعليم، جامعة أم القرى، ۲۰۰۹ء)، ۳ : ۳۰۱۔

۶۵- القرآن ۲: ۱۴۳۔

وقد تقضي وجوابنا أن المراد إبطال ثوابه.[۶۶]

(مسئلہ۔انھوں نے اللہ کے فرمان(وَمَا كَانَ الله لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ) کے بارے میں سوال کیااور کہاکہ ایمان میں یہ کیسے صحیح ہو سکتاہے، حالاں کہ فیصلہ دیاجاچکاہے اور ہماراجواب یہ ہے کہ اس سے مراد اس کے ثواب کا باطل ہو جاناہے)

معتزلی رجحان کی تفاسیر میں اسے استفساری منہج تفسیر کی نمائندہ تفسیر قرار دیاجاسکتاہے۔

د: فقہ حنفی کی استفساری منہج کی نمائندہ تفسیر

ساتویں صدی ہجری میں محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الرازی حنفی رحمۃ اللہ علیہ(م۶۶۶ھ) نے ایک تفسیر بعنوان **أسئلة القرآن المجيد و أجوبتها من غرائب آي القرآن** لکھی۔ جو کہ **مسائل الرازی و أجوبتها** کے نام سے بھی معروف ہے۔ اس تفسیر میں مفسر نے حنفی مسلک کی ترجمانی کی ہے اور آیات کے اعراب، معانی، مفاہیم، مصداق کے بارے میں متوقع ممکنہ سوالات از خود ذکر کیے، پھر ان کے وضاحتی جوابات دیے۔

استفسارات وجوابات کا انداز یوں اختیار کیا کہ کسی آیت کے بارے میں (فإن قيل) کہہ کر سوال پیدا کرتے ہیں پھر (قلنا معناه) یا (قلنا المراد) یا ان سے ملتے جلتے الفاظ کے ذریعے جواب ذکر کرتے ہیں، مثلاً: آیت ﴿ أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ ﴾[۶۷] کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "فإن قيل كيف حصر الفساد في المنافقين بقوله (ألا إنهم هم المفسدون) ومعلوم أن غيرهم مفسد؟قلنا المراد بالفساد، الفساد بالنفاق وهم كانوا مختصين به...." [۶۸]

اس طرح مفسر امام رازی نے تقریباً۱۲۳۶ سوال وجواب ذکر کیے ہیں اور پوری تفسیر اسی انداز سے تحریر کی۔اس تفسیر کو فقہ حنفی کی استفساری منہج کی نمائندہ تفسیر کہاجاسکتاہے۔

۶۶- دیکھیے: قاضی عبد الجبار معتزلی، **تنزيه القرآن عن المطاعن** (بیروت: دار النهضة الحديثة، س ن)، ۱: ۳۷۔

۶۷- القرآن ۲: ۱۲۔

۶۸- محمد بن ابو بکر بن عبد القادر الرازی، **مسائل الرازي وأجوبتها من غرائب آي التنزيل** (مصر: شركة مكتبة و مطبعة مصطفىٰ البابي الحلبي وأولاده، ۱۹۶۱ء)،۱: ۴۔

ان تفاسیر کے علاوہ دیگر تفاسیر بالرائے و بالاشارہ میں بھی یہ انداز اور اُسلوب جزوی طور پر متفرق مقامات پر موجود ہے، اگرچہ یہ پوری تفاسیر اس انداز سے تحریر نہیں کی گئی ہیں۔ مثلاً **التفسیرالکبیر، تفسیر الکشاف، تفسیر روح المعاني، تفسیر القرطبي، أحکام القرآن** للجصاص وغیرہ۔

نتائجِ تحقیق

اس تحقیقی مقالے سے جو ممکنہ نتائج سامنے آئے ہیں ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱۔ تفسیر کے مختلف رجحانات و اسالیب کا ارتقائی عمل تسلسل کے ساتھ جاری ہے جن کی تعداد کا تعین نہیں کیا جاسکتا۔ ان نئی اور متنوع اقسام کی تفاسیر کے لکھے جانے کا سبب مفسرین کی ترجیحات اور اغراض و مقاصد کا تنوع ہے۔

۲۔ ان تفسیری رجحانات کے بغور مطالعہ سے معلوم ہوا کہ ان میں ایک رجحان استفساری تفسیر کا بھی موجود ہے۔ جس کے مطابق تفسیر کا استفساری منہج ارتقا کی منازل طے کرتا رہا۔

۳۔ تفاسیر بالماثور اور کتب حدیث میں نبی اکرم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ علیہم سے کیے گئے تفسیری استفسارات اور ان کے جوابات متفرق مقامات پر موجود ہیں اور یہ استفسارات و جوابات ماثور تفسیری ذخیرہ میں بہت اہمیت و افادیت کے حامل ہیں۔ اس اسلوب پر الگ سے کوئی ماثور تفسیر مرتب نہیں کی گئی۔

۴۔ استفساری منہج تفسیر نے ماثور تفسیر کے بعد تفسیر بالرائے اور تفسیر اشاری میں بھی فروغ پایا۔ البتہ یہاں نہ صرف کسی کے استفسار اور جواب کو ان تفاسیر میں بیان کیا گیا بلکہ مفسرین کی طرف سے آیات قرآنیہ کے بارے میں از خود ممکنہ سوالات اٹھائے گئے اور پھر اپنے مسلک و مزاج کے مطابق جوابات دیے گئے۔ تفسیر **تنزیہ القرآن عن المطاعن، تفسیر مسائل الرازي، تفسیر ابن فورک** اور **تفسیر التستری** وغیرہ مختلف فقہی و مسلکی فکر کے مطابق استفساری انداز سے لکھی گئی تفاسیر کی مثالیں ہیں۔

۵۔ ہر دور کی تفسیری ضروریات مختلف ہونے کی وجہ سے استفسارات کی وجوہات اور نوعیتیں بھی مختلف رہیں۔

۶۔ یہ تفسیری استفسارات نہ صرف تفسیر کی باریکیوں کے انکشاف کا سبب بنے، بلکہ انھیں تفسیری ادب میں تفسیری فتاوی جات کا مقام بھی حاصل ہے۔ نیز یہ استفسارات و جوابات دور حاضر اور مستقبل کی تفسیری ضروریات اور مسائل و اشکالات کے حل میں کافی مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔

۷۔ ماثور تفسیر میں یہ استفسارات و جوابات، تفسیر قرآن میں احادیث نبویہ اور آثار صحابہ و تابعینؒ کی احتیاج و اہمیت کا بین ثبوت ہیں جب کہ تفسیر بالرائے میں تفسیر فہمی کی طلب اور آیات قرآنیہ کی تفسیر کے کثیر پہلوؤں کے بیان کا پتا دیتے ہیں۔

❁❁❁❁❁